(تنقاد کے لئے کتاب کے دو نسخے آنا ضروری ہے)

انتقاد

پردہ اور قرآن مجید: مؤلف: مولانا امین احسن اصلاحی۔
سائز $\frac{20\times30}{8}$، صفحات ۳۲۔ قیمت: ۶۰ پیسے۔
شائع کردہ: دارالاشاعت الاسلامیہ، کوثر روڈ، اسلام پورہ، لاہور ۱ ۔

اسلام معاشرہ کے افراد کو خیر اور مفاد عامہ میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی ترغیب دیتا ہے اور اس میں مرد و زن میں کوئی تفریق نہیں کرتا۔ خیر اور مفاد عامہ وسیع مفہوم رکھتے ہیں۔ آج ہمارے معاشرہ میں تعلیم، صحت، صنعت، دفتری اور انتظامی ذمہ داریاں، پولیس اور فوج اور اسی قسم کی دوسری ملکی و قومی ضرورتیں سب مفاد عامہ اور خیر ہیں جو نئے تقاضے رکھتی ہیں اور ہم ان میں سے کسی ضرورت کو بھی غیر اہم سمجھ کر عورتوں کو اس سے الگ نہیں کر سکتے، عورت نے ہر زمانہ میں مرد کا ساتھ دیا اور اس کا ہاتھ بٹایا ہے۔ اگر پہلے وہ کھیتوں میں جا کر اپنے مردوں کی مدد کرتی تھی تو آج وہ کارخانوں اور دفاتر میں مختلف خدمات انجام دے کر اس کی مدد کر رہی ہے، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اسلام مردوں کا ساتھ دینے کے سلسلہ میں عورتوں پر کیا ذمہ داریاں اور قیود عائد کرتا ہے ؟

بلاشبہ ہمارے معاشرتی مسائل میں یہ نہایت نازک و سنجیدہ اور پیچیدہ ترین مسئلہ ہے اور بقول علامہ اقبالؒ: ؎

ہزار بار حکیموں نے اس کو سلجھایا
مگر یہ مسئلہ زن رہا وہیں کا وہیں

یہ تو ہے حکیموں کا اس مسئلہ کو حل کرنے کا نتیجہ، لیکن اسلامی تعلیمات اس بارے میں جو حل پیش کرتی ہیں وہ نہایت سادہ اور ہر زمانہ میں قابلِ عمل ہیں بشرطیکہ ہم اپنی قوت بیان و کلام سے

اسے اپنے لئے مشکل نہ بنالیں، ولن یشاد ھذا الدین احد الا شاذہ۔

"پردہ اور قرآن" لکھ کر مولانا امین احسن اصلاحی صاحب نے مسئلہ زن کے ایک اہم پہلو کا کتاب اللہ کی روشنی میں جائزہ لیا ہے لیکن کچھ اس طرح کہ جدید معاشرہ اور اس کی جدید ضرورتوں اور نت نئے تقاضوں کو نہیں چھیڑا۔ قرآن مجید کو اپنے معاشرہ اور جدید ماحول میں حاکم بنانے کی بجائے قرونِ وسطیٰ کے مسائل اور ضروریات کو سامنے رکھا گیا ہے۔

مولانا موصوف کا یہ لکھنا کہ" عام حالات میں عورت کے لئے گھر سے باہر نکلنا اسلام نے پسند نہیں کیا" (دیکھئے صفحہ ۱۲)۔ بہت سے سوالات پیدا کرتا ہے جنہیں موصوف یکسر نظر انداز کر گئے ہیں، کیا عام حالات میں عورت تعلیم و تعلم کے لئے گھر سے باہر نکل سکتی ہے؟ کیا وہ اجتماعی کاموں میں حصہ لینے کے لئے گھر سے باہر نکل سکتی ہے؟ کیا وہ نوکری کے لئے کارخانہ اور دفاتر میں جا سکتی ہے؟ کیا وہ عبادت کے لئے مساجد میں جا سکتی ہے؟ کیا وہ کار چلا کر اپنے شوہر اور بچوں کو دفتر اور اسکول پہنچا سکتی ہے؟ کیا وہ اپنے گھر کے لئے سامان لینے بازار جا سکتی ہے؟ کیا وہ تنہا حج کے لئے جا سکتی ہے؟ کیا وہ اعلیٰ تعلیم کے لئے بیرونی ممالک میں جا سکتی ہے، یہ اور اس قسم کے بیشتر سوال موصوف کے مندرجہ بالا جملہ پر اُٹھائے جا سکتے ہیں اور آج کے معاشرہ کو ان کا اسلامی جواب درکار ہے جو قرآن کی حدود میں رہ کر دیا جائے۔

موصوف کا "عام حالات" بھی تشریح کا طالب ہے۔

اسی طرح یہ عبارت: "صرف کسی خاص ضرورت ہی کے لئے اس کو گھر سے باہر نکلنے کی اجازت ہے" (صفحہ ۱۲)۔ یہاں "صرف" کے بعد "خاص ضرورت" کا اضافہ بہت حد تک یہ بتا رہا ہے کہ عورت گھر سے نکلے ہی نہیں، "خاص ضرورت" خاص طور پر تشریح طلب ہے، کیونکہ بظاہر یہی معلوم ہو رہا ہے کہ عام ضرورتیں مثلاً پڑھنے پڑھانے کے لئے، سودا خریدنے کے لئے، رشتہ داروں سے ملنے کے لئے، سیر و تفریح کے لئے اس کا باہر نکلنا اسلام پسند نہیں کرتا، اب نہیں معلوم کہ روزی کمانے کے لئے گھر سے نکلنا خاص ضرورت ہے یا عام ضرورت؟؟

موصوف کا سورۃ النور کی آیت: "قل للمومنین یغضوا من ابصارھم و یحفظوا فروجھم ذلک ازکی لھم ان اللہ خبیر بما یصنعون ۝ و قل للمؤمنات یغضضن من ابصارھن و یحفظن فروجھن.... الخ

کو گھر کے اندر کے پردے سے خاص کر دینا ہمارے نزدیک درست نہیں۔

ہمارے خیال میں قرآن مجید نے پردہ کی حدود میں زیادہ سے زیادہ اور کم سے کم پردہ کو بیان کر دیا ہے اور معاشرہ میں افراد اپنے حالات و مقتضیات کے مطابق اپنی اپنی حدود میں رہ کر پردہ کے وہ تقاضے پورے کریں گے۔ جو اسلامی تعلیمات ان سے مطالبہ کرتی ہیں اور روح یہی رہے گی کہ معاشرہ میں جنسی بے راہ روی کا سدِ باب ہو جس کے لئے قرآنی ہدایات "غض بصر اور حفظ فرج" کو ضروری قرار دیتی ہیں، تاکہ معاشرہ میں ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کا وقار بڑھے، اور جذباتِ سافلہ کو بھڑکانے والے عوامل دبے رہیں۔

یدنین علیھن من جلا بیبھن، کا ترجمہ صفحہ ۱۷ پر اپنے چہروں پر اپنی بڑی چادر کا حصہ لٹکا لیا کریں: کیا گیا ہے جب کہ "چہروں پر" کا اضافہ قرآن پر اضافہ ہے اس کا مفہوم اپنے جسموں پر، جسموں کے بالائی حصوں پر، سروں پر، کاندھوں پر ہو سکتا ہے؟ ـ اردو میں بلا آمیزش اس کا سیدھا سادہ اور پورا پورا ترجمہ یہ ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے اوپر اپنی بڑی چادریں لٹکا لیا کریں، اور ہمارے خیال میں اس میں گھونگھٹ نکالنے یا نہ نکالنے کا کوئی پہلو نہیں نکلتا، یہ ہمارے ہندوستانی ماحول کی پیداوار ہے۔ اگر ایک عورت اپنے سر اور سینہ پر دوپٹہ ڈال کر کاندھوں پر بڑی چادر لٹکائے تو وہ قرآن مجید پر عمل کا حق ادا کر دیتی ہے۔

آئینۂ حجاز:

مصنف: راجہ محمد شریف۔ بی اے۔
صفحات ۲۰۴، علاوہ تصاویر۔

قیمت درجہ اوّل بیس روپے، درجہ دوم سولہ روپے، نیوز پرنٹ تیرہ روپے۔
شائع کردہ: زاہد اکیڈمی ۷ - A۔ کوہ نور شوگر ملز کالونی، جوہر آباد۔

کتاب سفرنامہ حج پر مشتمل ہے، قاری کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ مصنف کے ساتھ حج کرتا چلا جا رہا ہے۔ حج سے متعلق بہت سی مفید معلومات جمع کر دی گئی ہیں جس سے یہ کتاب حج پر روانہ ہونے والوں کے لئے ایک تحفہ ہے۔ فاضل مصنف نے ادبی چاشنی اور کہیں کہیں مزاح کی

آمیزش سے اُسے دو آتشہ کر دیا ہے۔ معمولی اردو جاننے والا بھی اسے بغیر بار محسوس کئے شروع سے آخر تک پڑھتا چلا جائے گا۔ اُردو میں سفرنامہ حج پر اتنی دلچسپ اور ضخیم کتاب غالباً شائع نہ ہوئی ہوگی۔

بلادِ عربیہ سعودیہ میں سے مصنف کا جن علاقوں میں گذر ہُوا اور وہاں جو جدید تبدیلیاں اور ترقیاں انھیں نظر آئیں ان سب پر بے لاگ تبصرہ کیا ہے اور ایسا مترشح ہوتا ہے کہ وہ حجاج کے لئے سعودی عرب کی طرف سے کی جانے والی سہولتوں سے مطمئن ہیں۔

کتاب کے چند عنوانات یہ ہیں: حضرت ابراہیمؑ کی حیاتِ مقدسہ، تاریخ کعبہ، فلسفۂ حج اور مسائل مکہ مکرمہ سے منیٰ کو، منیٰ سے مکہ مکرمہ کو۔

گناہوں کی معافی کے لئے آبِ زمزم میں کفن بھگونے پر مصنف کا تبصرہ ملاحظہ کیجئے:

صہ ۵۱۵ - "ایک بات ہمیں بڑی عجیب لگتی۔ کہ روزانہ ہمارے لوگ کفن کے لئے کپڑا خرید کر آبِ زمزم سے اسے دھو کر بیت الحرم کے اندر سوکھنے کے لئے ڈال دیتے۔ اس عمل کا فقہی اور علمی پہلو تو ہمارے علماء کرام ہی بتا سکتے ہیں کہ یہ بات کہاں تک جائز اور درست تھی۔ مگر ہمارے نزدیک یہ طریق کار بیت الحرام کے تقدس کے منافی تھا۔ لاریب اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی کریم صلعم کی خوشنودی کے احکامات اور طریقے قرآن حکیم اور اسوۂ حسنہ میں موجود ہیں۔ انسان کی نجاتِ اخروی کے لئے کن اعمال و افکار کی ضرورت ہے۔ وہ کسی مسلمان سے بھی ڈھکے چھپے نہیں۔ مگر ان صداقتوں سے پہلو تہی اور جان بوجھ کر ان کو نظر انداز کر کے اپنی نجات آبِ زمزم سے دھلے ہوئے کفن سے وابستہ کرنا ایک عام ذہن کی تسلی کے لئے تو ممکن ہے کوئی بنیاد مہیا کر دے۔ مگر اسلامی ذہن رکھنے والے حضرات کے نزدیک یہ بات خود فریبی سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی۔ نجاتِ اخروی کے لئے تو ان اعمال و افکار کا سنوارنا ضروری ہے جو ہر لمحہ کراماً کاتبین تحریر کرتے رہتے ہیں اور جو خداوند عالم کے سامنے انسان کے مرنے کے بعد اس کی زندگی کے مکمل ریکارڈ کی صورت میں اس کی نیکی و بدی کا فیصلہ کرنے کے لئے پیش ہوگا۔ اس ریکارڈ میں مندرجہ بدعملیاں اور بدعقیدگیاں تو ظاہر ہے کہ آبِ زمزم سے دُھلا ہُوا کفن ڈالنے سے نہیں بدل سکتیں۔ پھر یہ لوگ خدا جانے کیوں دھڑا دھڑ لٹھے کے تھان خرید کر اور آبِ زمزم سے دھو کر پورا پورا دن سکھاتے رہتے

تھے۔ استفسار پر لوگ نہایت سادگی سے جواب دیتے کہ قبر کے عذاب سے بچنے کے لئے ایسے کفن کا ہونا نہایت ضروری ہے۔ میرا اور واصل عثمانی کا خیال تھا کہ ہمارے علماء کو ادھر توجہ کرنی چاہیئے۔ اور لوگوں کو صحیح راہ پر ڈالنا چاہیئے۔ خدا جانے یہ اور اسی قسم کی دیگر طفل تسلیاں اسلام جیسے دین حقہ کا جزو عظیم کیسے بن گئی ہیں۔ اور ان کی بنیادیں کن لوگوں نے استوار کیں۔ اور یہ عقائد مسلمانوں کے ذہنوں میں کیسے راسخ ہو گئے ہیں، کہ لوگ ارفع و اعلیٰ عقائد و اعمال کی شاہراہ عظیم چھوڑ کر نجات اخروی کے لئے ایسی اُلجھی ہوئی پگڈنڈیاں استعمال کر رہے ہیں، جو خود ہی اپنے پیچ و خم میں گم ہو جائیں۔ اور جن پر چلنے والے رہرو کسی منزل پر بھی پہنچ نہیں پاتے۔ ہمارے علمائے کرام اور اسلامی ذہن رکھنے والے مصنفین کے لئے ضروری ہے کہ بے کار مباحث سے ہٹ کر وہ لوگوں کو اسلام کا صراط مستقیم دکھانے کی کوشش کریں۔ حج کی سعادت حاصل کرنے والے حضرات خصوصیت سے علماء کی اس توجہ کے مستحق ہیں۔ کیونکہ آپ جتنے تھان بیت الحرام میں آب زمزم سے دُھلے ہوئے پائیں گے وہ ماشاءاللہ سب پاکستانی حضرات کے ہی ہوں گے۔ دیگر ممالک کے حاجیوں کا اس میں کوئی حصہ نہیں۔ اور اگر ہے تو آٹے میں نمک کے برابر۔ شاید قبر کے عذاب سے بچنے اور نجات اخروی کے حصول کا یہ نقطۂ عظیم صرف ہماری سمجھ میں ہی آیا ہے۔ اور باقی ممالک کے لوگ نجات کے اس "شارٹ کٹ" سے ابھی بے خبر ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے لوگ ایسی باتوں پر بڑا وقت ضائع کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ لٹھے کے تھان ہی دھونے کا اہتمام نہیں کرتے۔ بلکہ اپنے کپڑے بھی دھو کر بیت اللہ کی دوسری منزل کی ریلنگ پر ڈال کر پورا پورا دن سکھاتے رہتے ہیں، جو سراسر بیت الحرام کے تقدس کے خلاف ہے۔ اس لئے سب حضرات کو ادھر توجہ کرنی چاہیئے۔ اور گھر سے رخصت ہونے سے پہلے علماء کرام سے حج کے مسائل سیکھ لینے چاہئیں۔"

اب مسجد نبوی کی خاک پاک پر عبدالرحمان کے ساتھ ہونے والے واقعہ اور اس پر مصنف کا تبصرہ ملاحظہ کیجئے:

"عبدالرحمٰن نے مسکراتے ہوئے بتلایا کہ یہ صاحب پاکستان کے ضلع لائل پور کے تاجر ہیں۔ اور چند دنوں سے مجھے کہہ رہے ہیں کہ میں مسجد نبوی کی مٹی ان کو کہیں سے مہیا

کر دوں۔ اس سے قطع نظر کہ ہماری گورنمنٹ نے ایسی باتوں سے منع کیا ہوا ہے۔ میں ذاتی طور پر بھی اسے مناسب نہیں سمجھتا۔ کیونکہ مجھے پتہ ہے کہ لوگ محض پیسے بٹورنے کے لئے یہ کاروبار چلاتے ہیں نہ کوئی مسجد نبوی سے خاک اکٹھی کر سکتا ہے اور نہ ہی کسی کو ایسا کرنے کی اجازت ہے۔ لوگوں نے زائرین کی عقیدتوں سے فائدہ اٹھانے کے لئے ایسے کاروبار شروع کر رکھے ہیں۔ ورنہ اصلیت یہ ہے کہ جو مٹی لوگ بیچتے ہیں اس کا مسجد نبوی سے قطعی کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ دوسرے ایسی باتوں کا فائدہ ہی کیا ہے۔ جب آپ زیارتِ روضۂ اقدس کے لئے نبی آخرالزمانؐ کے قدموں میں پہنچ گئے ہیں۔ پانچوں نمازیں مسجد نبوی میں ادا کرنے اور درود و سلام بھیجنے میں ہر گھڑی آزاد ہیں۔ تو یہ خاک لے جانے سے کیا حاصل؟

میں عبدالرحمٰن کی یہ باتیں سن کر بڑی دیر تک سوچتا رہا کہ اس نوجوان کے عقائد کتنے سلجھے ہوئے ہیں اور اس نے کتنے پتے کی باتیں ہمارے پاکستانی حاجی سے کہی ہیں۔ لیکن مجھے پختہ یقین تھا کہ "خاک" کی تلاش کرنے والے صاحب عبدالرحمان سے ناامید ہو کر اب کسی اور کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے۔ اور اپنی خواہش کی تکمیل کے لئے ہر ممکن کوشش کریں گے۔ اگرچہ اس سے انہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔ مگر یہ "تبرک" وہ حاصل کر کے ہی دم لیں گے اور پاکستان میں جا کر خدا جانے کس ملک کی مٹی کو مسجدِ نبوی کی "خاک" بتا کر لوگوں کی مشکلیں آسان اور روزی کشادہ کرنے میں امداد کریں گے۔" (صہ ۶۶۱ تا ۶۶۲)

آخر میں مصنف نے عربی زبان کے اسلام اور مسلمانوں سے تعلق پر جو شگفتہ تبصرہ کیا ہے، وہ پیش کیا جاتا ہے:

"جس کمرہ میں میں بیٹھا تھا۔ وہاں دو صاحب اور بھی تھے۔ وہ آپس میں روانی سے عربی بول رہے تھے۔ بلاشبہ عربی ہمارے لئے نہایت وقیع زبان ہے۔ کیونکہ قرآن حکیم اور احادیثِ نبوی تمام عربی میں ہیں۔ خدا کے برگزیدہ پیغمبر حضور سرور کائنات صلعم بھی عربی بولتے تھے اور پیغمبر صلعم کے تربیت یافتہ بھی۔ اس وجہ سے مسلمانانِ عالم کے لئے عربی زبان قابلِ احترام ہے اور ہم اسے ہر زبان پر ترجیح دیتے ہیں۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ ہم نے اسے سیکھنے کی کبھی سنجیدہ کوشش نہیں

کی۔ بلکہ اس کی صرف و نحو اور گرائمر کی پیچیدگیوں کا اتنا رعب چھایا ہُوا ہے کہ برسوں انگریزی پڑھ کر بھی انگریزی سے نابلد رہنا تو ہمیں گوارا ہے۔ مگر عربی سیکھنے کے لئے دو تین سال کی محنت ہمیں پہاڑ معلوم ہوتی ہے۔ ہم میں سے تقریباً ہر مسلمان عربی کی صَرف و نحو سے ڈر کر انگریزی سیکھتا رہتا ہے اور جب اس میں بھی کورا رہ جاتا ہے تو اسے "بندرون کی زبان کہہ کر دل کا بوجھ ہلکا کر لیتا ہے۔ مگر عربی کو سرتا پا چومنے کے باوجود سیکھنے کی کوشش نہیں کرتا۔ شاید اس لئے کہ کہیں اس کے جاننے سے قرآن حکیم کی عظمتوں کا پتہ نہ چل جائے اور اس دنیا کے کاروبار ہیچ نہ نظر آنے لگیں اور کہیں اپنے نظامِ حیات کو تبدیل کرنے کی اہمیت نہ واضح ہو جائے " (ص ۶۹-۶۸)

"میں جب کبھی عربوں سے گفتگو کرتا۔ اور اپنا مافی الضمیر ان تک پہنچانے میں دقت محسوس کرتا تو بڑی دیر تک اپنے آپ کو کوستا رہتا۔ کہ یوں تو ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریمؐ کی محبت کا دم بھرتے اور قرآن حکیم کے پیش کردہ نظامِ حیات کو اپنانے کے لئے ہر وقت بے چین رہتے ہیں۔ مگر ہم نے اس زبان کو سیکھنے کے لئے آج تک کوئی مثبت قدم نہیں اُٹھایا۔ جس کو اللہ اور اس کے رسولؐ نے نہ صرف اپنا پیغام نوعِ البشر تک پہنچانے کا ذریعہ بنایا۔ بلکہ اتنا پسند فرمایا کہ اسے " لسان مبین " کے لقب سے نوازا۔ بلا شبہ عربی زبان کی یہ عظمت دیگر اقوامِ عالم کی طرح ہم پاکستانیوں کو بھی معلوم ہے۔ مگر اس حقیقت کا اعتراف ان معنوں میں بالکل بے کار ہے کہ ہم نے آج تک اسے "عربی شریف" کہہ کر اس کی عظمتوں کا اعتراف تو کیا ہے مگر اسے سیکھنے اور جاننے کی طرف کوئی ٹھوس قدم نہیں اُٹھایا " (آئینۂ حجاز ص ۱۸۶-۱۸۵)

ماہنامہ "محدّث" لاہور جلد ۱۔ شمارہ ۱۔ ماہ شوال ۱۳۹۰ھ

کاغذ کتابت عمدہ، ٹائٹل حسین و سادہ، صفحات ۶۴۔

مدیر: حافظ عبدالرحمٰن مدنی ۔ سالانہ چندہ معاونین سے دس روپے، رعایتی پانچ روپے، فی پرچہ ایک روپیہ، رعایتی پچاس پیسے ۔ مقام اشاعت: مدرسہ رحمانیہ (رجسٹرڈ) گارڈن ٹاؤن، لاہور ۔ ۱۶۔

جماعت اہلحدیث کی مجلس التحقیق الاسلامی کا یہ پہلا شمارہ ہمیں برائے تبصرہ موصول ہُوا ہے۔

اداریہ عزیز زبیدی نے لکھا ہے جس کا موضوع ہے: "مسلک اہلِ حدیث کا ماضی اور حال" یہاں ضمناً اتنا بتا دینا مفید رہے گا کہ جماعت اہل الحدیث خود کو صرف قال اللہ اور قال الرسولؐ کا پابند سمجھتی ہے۔ اس کا نعرہ ہے: "الدین قال اللّٰہ وقال رسولہ"

وہ اپنی تاویل کے مطابق سنت پر کاربند رہنا ہی دین خیال کرتے ہیں بقول شاعر ؎

اھل الحدیث عصابۃ نبویۃ
مترضی بقول المصطفیٰؐ و بفعلہ

یہ وہی جماعت ہے جس کی مساعی سے برصغیر پاک و ہند میں قرآن و حدیث کی تعلیم کے مراکز کھلے، دشمنانِ اسلام کے خلاف جہاد کا احیاء ہوا۔ اور فقہ جامد پر قائم رہنے والوں سے مناظرے اور مباحثے ہونے لگے، اور عوام پر یہ انکشاف ہونے لگا کہ دین براہِ راست قرآن و سنت سے لیا جاتا ہے اور فقہی قوانین میں مسلسل تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں۔ اس مختصر سی تمہید کے بعد ہم سرسری طور پر اس اداریہ کا جائزہ لیتے ہیں:

اداریہ شروع ہوتا ہے اور اس کا پہلا جملہ یہ ہے:

"سلف صالحین "جماعت" تو ضرور تھے لیکن ہماری طرح ان کو تنظیم کی ضرورت نہیں تھی"

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا وہ سلف صالحین فرشتے تھے؟ کیا وہ احکام الٰہی اور سنت نبیؐ کی پیروی سے چھٹی پا چکے تھے، قرآن مجید اور سنتِ نبوی تو جماعتی نظام اور تنظیم کی بار بار تاکید کرے اور جماعت کے لئے شوریٰ اور امیر کے حکم کی پابندی پر زور دے اور اصولوں پر پختگی سے قائم رہنے پر اصرار کرے لیکن ان حضرات کو ہماری طرح تنظیم کی ضرورت نہ ہو؟

بھلا جماعت تنظیم سے خالی بھی ہو سکتی ہے اور جماعت بھی ان لوگوں کی جو رسول اللہؐ کے اسوہ کی اقتداء کرتی تھی، ایک راستہ پر ایک رخ کرتے ہوئے چلتی تھی "من شذ شذ فی النار" سے ڈرتی تھی، اعتصام بحبل اللہ کا مصداق تھی، جو ہر وقت دشمنوں کے افساد و کید سے چوکنا رہتی اور الصلوٰۃ جامعۃ کے اعلان پر شوریٰ کے لئے جمع ہو جاتی، حسبِ استطاعت اپنی ذمہ داریوں کو بجا لاتی، صلوٰۃ و زکوٰۃ و حج کو اجتماعی صورت میں ادا کرتی، کیا یہ سب باتیں علانیہ شاہد نہیں کہ سلف صالحین جماعت کی تنظیم کے حقائق و اسرار سے واقف تھے اور جماعت کے نظام میں کسی قسم کا خلل گوارا نہ کرتے تھے، وہ نظم برقرار

رکھنے کے لئے سعی و عمل کرتے تھے اور "قدرتی تنظیم" پر تو بر تقدیر نہ تھے ؟؟

اس کے بعد اداریہ کا دوسرا پیرا یوں شروع ہوتا ہے :

" اسلاف کے پاس " فکرِ مربوط ، وحدتِ عمل اور احساس بصیر" کی دولت وافر تھی اس لئے وہ سرگرم عمل بھی تھے اور تسبیح کے دانوں کی طرح منظم بھی "

ناطقہ سر بگریباں کہ اسے کیا کہئے ؟ کیا" فکر مربوط" میں لفظ "مربوط" تنظیم کی غمازی نہیں کرتا ؟ اور کیا" وحدتِ عمل" تنظیم سے خالی ہو سکتی ہے ؟ پھر" تسبیح کے دانوں کی طرح منظم" جماعت کا تنظیم سے خالی ہونا ممکن ہے ؟ ایں چہ بوالعجبی است ؟؟

صفحہ ۷ پر " کتاب و سنت کی غلامی" نئی اصطلاح ہے جو نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں. اب تک تو جماعت اہل حدیث کے معتمد علیہ علماء غلام نبی ، غلام رسول ، غلام محمد ، غلام احمد ناموں کو اسلام کی روح کے منافی قرار دیتے تھے اور ایسے نام بدل کر غلام اللہ کر دیا کرتے تھے ، اس لئے کہ غلامی (عبادت) صرف اللہ کی ہوتی ہے کتاب پر ایمان ہوتا ہے اور اس کے احکام کا اتباع کیا جاتا ہے۔

صفحہ ۷ پر ایک پیرے میں لکھا گیا ہے :

" مسلمان صرف "مسلم" ہے تمام شخصی نسبتوں سے بالاتر اور کتاب و سنت کی غلامی کے لئے یکسو ہے لیکن اس کے بجائے جب دوسری شخصی نسبتوں نے سر اُٹھایا ، اور حنفی ، شافعی ، مالکی ، حنبلی ، اشعری ، ماتریدی ، چشتی ، قادری ، سہروردی ، نقشبندی کہلانے لگے تو اہلِ حدیث نے سلفی اور محمدی کہلا کر دنیا کو عار دلائی ... الخ "

یہ عبارت حیرت انگیز تناقض و تضاد کا مرکب ہے۔ ہم اس منطق کو سمجھنے سے قاصر ہیں کہ اہل حدیث نے اپنے آپ کو سلفی اور محمدی اس وقت کہا جب دوسروں نے اپنے آپ کو حنفی ، شافعی وغیرہ کہا ، ایک ہی سانس میں خود کو تمام شخصی نسبتوں سے بالاتر بتانے کے بعد پھر اسی سانس میں خود کو محمدی اور سلفی بھی کہہ ڈالا . کون نہیں جانتا کہ سلفی کہلانے اور شافعی ، حنفی وغیرہ میں سے کوئی نسبت اختیار کر لینے میں کوئی فرق نہیں ، امام ابو حنیفہؒ ، امام شافعیؒ ، امام مالکؒ ، امام احمد بن حنبلؒ وغیرہم سب ہی ہمارے سلفِ صالحین میں تھے . اور تنہا سلفی کی نسبت قبول کرنے سے تمام ائمہ و سلف صالحین کی عقیدت کا طوقِ شخصیات مجموعی طور پر اپنے گلے میں ڈال لیا جاتا ہے۔ بہتر یہ ہوتا کہ وہ اپنے سلفی

یا محمدی کہلانے کی نسبت کو برحق قرار دینے کے لئے قرآن وحدیث سے نص لاتے۔

بعدازاں حدیث لاتزال طائفة من امتی ظاھرین علی الحق" کا مصداق اہل حدیث کو بتایا گیا ہے اور اس ضمن میں "طائفة" کی دور از کار لفظی بحث کی گئی ہے جو غور سے دیکھا جائے تو خود جماعت اہلِ حدیث کے حق میں نہیں جاتی، ہمارے خیال میں جماعتوں کو دعاوی سے گریز کر کے مصلحتِ عوام اور انسانیت کے مفاد کے لئے زیادہ سے زیادہ کام کرنا چاہیئے، عمل صالح سے اپنی عظمت وافادیت کا سکہ بٹھانا چاہیئے، قرآن مجید کا صاف اعلان ہے:

لیس بامانیکم ولا امانی اھل الکتاب، من یعمل سوءً یجزبہ......

"اغنیاء پر مساکین وغرباء کی ذمہ داری" سے متعلق مولانا عبدالرؤف جھنڈا نگری نے مفید احادیث وآثار جمع کر دیئے ہیں۔ حافظ نذر احمد صاحب کا "طبِ نبوی" بھی فائدہ سے خالی نہیں گو ان کے بعض خیالات سے ہمیں اتفاق نہیں۔

اس رسالہ کی مجلس تحریر میں متعدد علماء کے علاوہ حافظ ثناء اللہ اور مولانا عبدالسلام مدینہ یونیورسٹی کے فضلاء بھی شامل ہیں۔ ہماری درخواست ہے کہ وہ ملک وقوم کے بنیادی مسائل پر قلم اٹھائیں اور جماعت اہل حدیث کو تحقیق واجتہاد کی دعوت دے کر ان کی ٹھوس خدمت کرنے کی طرف متوجہ ہوں، اللہ ہم سب کو کتاب اللہ پر اسوۂ رسولؐ کے مطابق عمل کی توفیق عطا فرمائے ــــ آمین!

(عبدالرحمٰن طاہر سورتی)